شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

دسمبر 2011ء / محرم الحرام 1433ھ – جلد نمبر 3، شمارہ نمبر 12 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 15 روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ 180 روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 400 روپے

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن: شہید ہونے والوں کی محنت ضائع نہیں جاتی 2
درسِ حدیث: تربیت اور تزکیۂ نفس کے چند امور 2
اداریہ: سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف عالم گیر احتجاج 3
خطبہ جمعہ: بدلتے ہوئے حالات میں دینی شعور کی اہمیت 4
حالاتِ حاضرہ: قذافی کا لیبیا؛ حقائق کے تناظر میں 6
رفتارِ کار: حضرتِ اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ سرگودھا 8
دینی مسائل: دینی حوالے سے آپ کے سوالات کے جوابات 8

حضرت اقدس مولانا

ارشادِ گرامی شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرتِ والا نے فرمایا: ”جہاں تک میں سمجھتا ہوں، کوئی شخص فی زمانہ (اس زمانے میں) سمجھانے سے نہیں سمجھتا۔۔۔(اس لیے) بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جو سمجھتا ہے، واقعات سے سمجھتا ہے۔“

فرمایا: ”ملک (ہندوستان) کے شاید ٹکڑے ہو جائیں، کیوں کہ ابھی سے انگریز، ہندو مسلم کے علاوہ کئی قوموں کو کھڑا کرنے کے درپے ہے۔ اور مسلمانوں میں بھی مختلف قوموں کی بنا پر کئی ٹکڑے ہو سکتے ہیں، کیوں کہ مسلمانوں میں سے بھی ہر قوم دوسری کو ذلیل سمجھتی ہے کہ ہمارا اقتدار اُن پر (قائم) رہے۔ یہی چیز (تقسیم در تقسیم اور) ٹکڑے بننے کا موجب ہو جائے گی۔

حال آں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت چاہا کہ مسلمانوں میں قومی اختلاف پیدا نہ ہو اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنے زمانے میں (اختلافات کے) اس جذبے کو مٹا بھی دیا تھا۔

(مجلس 04 ذی الحج 1365ھ/30 اکتوبر 1946ء، بروز بدھ۔ مقام: رائے پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 92۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

شعبہ مطبوعات ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) رجسٹرڈ

مین کیمپس لاہور: رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

کراچی کیمپس: رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21 راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616 , 36320707

راولپنڈی کیمپس: رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0321-5181875,5181929

ملتان کیمپس: رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس: فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

سالانہ ممبرشپ کی رقم ”ناظم دفتر“ کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو میں اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
تین سال کی ممبرشپ کے لیے مبلغ 400 روپے ارسال کریں۔ رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام ”رحیمیہ لاہور“ میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

شہید ہونے والوں کی محنت ضائع نہیں جاتی

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ۝ (6-4:47)

(اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہیں جانے دے گا۔ انھیں راہ دے گا اور ان کا حال سنوار دے گا۔ اور انھیں جنت میں داخل کرے گا، جو انھیں معلوم کرادی ہے)

مسلمانوں کی انقلابی جدوجہد میں یہ بات بھی پیش آئے گی کہ بعض حق پسند انقلابی شہید ہو جائیں گے لیکن ان کی کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ اگر وہ خود اپنی محنتوں سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے تو دنیا میں ان کی نسلیں ان کی کوششوں سے فائدہ اٹھائیں گی۔ اور ان کی ہم خیال جماعت عزت اور حکومت پائے گی۔ اور مرنے کے بعد شہیدوں کو جنت میں بے حساب ترقی کرنے کی طاقت حاصل ہو جائے گی۔ چوں کہ یہ لوگ حق کی حفاظت میں اپنی جان دے رہے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی جماعت کو ترقی کی راہ پر لگا دے گا۔ اور ان کی حالت اس زندگی میں ہی درست کر کے انہیں اونچے مرتبے پر پہنچا دے گا۔ اور مرنے کے بعد ان کی ترقی کا یہ سیدھا راستہ قائم رہے گا۔ اور وہ اس زندگی میں بھی اونچے درجے حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت کا یہ بنیادی قانون ہے۔ ایک انسان مرنے کے بعد دوسری زندگی میں جائے گا۔ اگر اس کے قلب اور دماغ میں اس موطن کے خلاف کوئی چیز نہیں ہے تو وہاں جا کر آرام اور خوشی محسوس کرے گا۔ یہ سرور اور راحت اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ایک شکل ہے۔ ایک شخص اس دنیا کی زندگی میں سوسائٹی کے خاص قاعدوں کے مطابق عمل کرنے سے جو اثر اپنے نفس میں لیتا ہے وہ اپنی جگہ آپ خوشی پیدا کرتا ہے۔ یہی خوشی اور اطمینان بہشت میں اس موطن (Stage) کی نعمتوں کی شکل لے کر وہاں کی خوشی اور راحت کا سامان بہم پہنچائے گی۔ ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حکومت کرنے والے گھرانے میں پرورش پاتا ہے۔ کیا وہ مصر کے بنی اسرائیل کی طرح نچلے درجے کی زندگی پر راضی ہو سکتا ہے؟ پس حکومت کی بھی ایک لذت ہوتی ہے، جسے حاکم قوم ہی سمجھ سکتی ہے، محکوم قوم اس لذت سے محروم ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ: ''جنّتیوں میں سے بعض چھوٹے درجے کے جنتی ایسے ہوں گے، جنھیں وہ نعمتیں نصیب ہوں گی کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی ان کا دسواں حصہ نصیب نہ ہوا ہوگا۔'' اب جس قوم نے دنیا میں حکومت کی لذت نہیں چکھی، ہمیشہ دوسروں کی غلامی اور محکومی ہی میں فنا ہوگئی اور اپنے معاشی، معاشرتی اور روحانی ترقی کے قانون پر عمل کر کے اپنے اندر ان قانونوں کے مطاق کیے ہوئے عملوں کے جوہر نہ لے گی، وہ جنت میں یہ مزے کیسے پائے گی؟ غرض آزادی، حریت اور فتح سے حاصل ہونے والی خوشی اور راحت کی لذت بہشت میں وہی قوم پائے گی جو دنیا میں قرآن حکیم کے قانون کو غالب کر کے اس کے زیرِ سایہ آزادی، حریت اور کامرانی کی زندگی بسر کر چکی ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھیں دنیا میں اللہ کی اس نعمت کی لذت اور راحت معلوم کرادی گئی ہوگی جو وہ آگے چل کر بہشت میں پانے والے ہوں گے۔ پس جب مسلمان دنیا میں حکومت اور کامیابی کا احساس و عرفان پالیں گے تو بہشت میں بھی اس لذت سے انتہائی حد تک مزہ پائیں گے۔ ہمارے نزدیک عَرَّفَهَا لَهُمْ۝ (جو انہیں معلوم کرادی گئی ہے) کے یہ معنی ہیں (باقی صحیح بات اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔)

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

تربیت اور تزکیۂ نفس کے چند امور

عن ابی هریرةؓ، قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه و سلّم: اتّق المحارم، تکن أعبد النّاس. و أرض بِمَا قَسَم اللّٰه لک، تکن اغنی النّاس . و أحسن إلٰی جارکَ، تکُن مؤمنًا. و أحبّ للنّاس ما تحبّ لنفسک، تکن مسلمًا. و لا تکثر الضحک، فإنّ کثرة الضحک تُمیتُ القلب.''

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کون شخص مجھ سے یہ باتیں سیکھتا ہے، تاکہ ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھا دے، جو ان پر عمل کرے۔) پھر فرمایا: ''اور اللہ نے جو تجھے دیا ہے، اس پر راضی رہ۔ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی تو ہی ہوگا۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کر، اس سے تو ایمان دار ہو جائے گا۔ لوگوں کے لیے وہی پسند کر، جو تو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اس سے تو اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ اور زیادہ ہنسا نہ کر، کیوں کہ زیادہ ہنسنے سے دل مر جاتا ہے۔) (مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق، الفصل الثانی)

حدیث کے ابتدائی حصے میں آپؐ نے فرمایا کہ: ان امور سے بالکل باز رہو، جن سے ممانعت کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد دوسری بات آپ نے یہ بتائی کہ اللہ نے جو کچھ اپنے فضل سے عطا کیا ہے، اس پر خوش رہو اور دوسروں کی چیزوں کی طرف للچائی نگاہ سے مت دیکھو۔ نہ ان کے لینے کے پیچھے پڑو، اس طرح تم سب جھگڑوں سے آزاد رہو گے۔ اور حرص و ہوا کا غلام اور خواہشوں کا بندہ بننے سے محفوظ رہو گے۔ اور لوگوں سے بے پروائی حاصل ہوگی۔ اور غور سے دیکھا جائے تو نگری اور مال داری اسی کو کہتے ہیں۔ جس کو مال و دولت اور نام و نمود حاصل کرنے کی لت پڑ جائے، دراصل وہ محتاج ہے۔ وہ ہمیشہ ننانوے کے پھیر میں پڑا رہتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے نیک سلوک کرو۔ یہ ایمان کی نشانی ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ لوگوں کے لیے وہی بات پسند کرو، جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو کہ یہ تمہارے اسلام کی نشانی ہے۔ یہاں سے ایمان اور اسلام میں فرق سمجھ میں آتا ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ پڑوسی کا خیال رکھے اور اس کے ساتھ احسان کرے۔ اور اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ دوسروں کے لیے وہی چاہے، جو اپنے لیے چاہتا ہے۔ اصل میں ایمان ہر شخص کی اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح ہر پڑوسی کا اپنے پڑوسی کے ساتھ ایک ذاتی تعلق ہے اور اسلام کا تعلق جماعت کے حوالے سے ہے۔ وہ عام لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے پہچانا جا سکتا ہے۔ پڑوسی کے ساتھ احسان اور سلوک کرنے سے آدمی کی ذات پہچانی جاتی ہے، جس میں ایمان داخل ہے۔ اس سے ایمان بھی پہچانا جاتا ہے، اور عام لوگوں کی خیر خواہی سے آدمی کے جماعتی حقوق پورے ہوتے ہیں۔ اور اسی کا نام اسلام ہے۔ اس لیے عوام سے ہمدردی مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک جماعتی انتظام ہے اور ایمان ایک شخصی چیز ہے، جو اسلام میں شامل رہ کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسلام ایک قانون اور دین ہے اور اس کا تعلق ظاہر سے ہے۔ اور ایمان ایک دل کی حالت ہے اور اس کا تعلق باطن سے ہے۔

آخر میں پانچویں چیز آپ نے یہ بیان فرمائی کہ زیادہ نہ ہنسا کرو، کیوں کہ زیادہ ہنسنے سے دل مر جاتا ہے۔ دل کے مرنے کے معنی یہ ہیں کہ عقل اپنا کام ٹھیک نہیں کر سکتی۔ اس لیے دل کے فیصلے اور ارادے سوچ سمجھ پر مبنی نہیں رہتے اور انسان چھچھوری باتوں میں لگ جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دل کام کی باتیں سوچے اور ہر وقت کا ہنسنا سوچنے کا موقع نہیں دیتا۔

rahimia.org

اداریہ

سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف عالم گیر احتجاج

گزشتہ چند مہینوں سے دنیا بھر میں استحصالی سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف عالمی سطح پر احتجاج ہو رہا ہے۔ اور ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ حقیقت عیاں ہوتی جارہی ہے کہ ''سرمایہ'' کی اساس پر قائم استحصالی نظام، انسانیت کی تباہی و بربادی کا حقیقی سبب ہے۔ 17/ستمبر 2011ء کو سرمایہ داری نظام کے گڑھ امریکہ کے شہر نیویارک کے ''زوکوٹی پارک'' سے سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ جہاں پر بہت سے بے روزگار نوجوانوں نے اپنے معاشی مسائل کی ذمہ داری سرمایہ دارانہ نظام پر ڈالتے ہوئے اس کے مرکز ''وال اسٹریٹ'' (wall street) پر قبضہ کرنے کا اعلان کیا۔ ''وال اسٹریٹ'' دنیا بھر میں سرمایہ دارانہ نظام کی سرگرمیوں کا بڑا مرکز ہے۔ زوکوٹی پارک میں اکٹھے ہونے والے پڑھے لکھے نوجوانوں کا مؤقف تھا کہ ''وال اسٹریٹ'' دراصل ایک فی صد امیروں کو امیر تر بناتی ہے۔ اور یہ ایک فی صد لوگ امریکہ کی زیادہ تر دولت پر قابض اور اس کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ 99% عوام کے حقوق سلب کیے جارہے ہیں اور وہ معاشی مسائل سے دوچار ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف مظاہرے کرنے والے نوجوانوں کا کہنا ہے کہ ان کی حکومتیں ہر سال جنگ و جدل پر اربوں ڈالر خرچ کررہی ہیں، جس کے نتیجے میں معاشی بحران پیدا ہو رہے ہیں۔ ''وال اسٹریٹ'' پر قبضے (Acopy wall street) کی تحریک بڑھتے بڑھتے تمام سرمایہ دار ملکوں میں پھیل گئی ہے اور پھر ہوتے ہوتے دنیا کے تقریباً 100 ممالک کے 1000 شہروں میں سرمایہ داری نظام کے خلاف بھرپور احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ ایک دن میں ایک ہزار کے قریب شہروں میں عالمی سطح پر سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ عالمی سطح پر دنیا بھر میں اس ظالمانہ نظام کے خلاف انسانیت اپنا احتجاج ریکارڈ کرارہی ہے۔ دنیا کی اکثریتی آبادی اس ظالمانہ نظام کے استحصالی کردار سے تنگ آچکی ہے اور چاہتی ہے کہ اس کے چنگل سے نکل کر اپنے معاشی مسائل حل کرے۔

امریکہ کے شہر نیویارک سے شروع ہونے والی یہ تحریک دنیا کے دیگر یورپین اور ایشیائی ممالک، جن میں کینیڈا، برطانیہ، اٹلی، جرمنی، اسپین، بلجیم، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، جاپان، ہانگ کانگ، جنوبی کوریا اور تائیوان تک پھیل چکی ہے۔ اس طرح ان تمام ممالک میں سرمایہ دارانہ نظام عالم گیر احتجاج کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ برطانیہ میں مظاہرین نے لندن اسٹاک ایکسچینج کے قریب ایک چرچ کے باہر پڑاؤ ڈالا اور اس علاقے کو ''تحریر اسکوائر'' کا نام دیا۔ ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈیم اور جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں بھی مظاہرین نے معاشی مراکز کے سامنے خیمے ڈالے۔ اٹلی کے دارالحکومت روم میں ہونے والے مظاہرے، ہنگاموں کی صورت اختیار کرگئے۔ کینیڈا میں مونٹریال، ٹورنٹو، اور اٹاوا سمیت مختلف شہروں میں احتجاج کیا گیا۔ سب سے زیادہ پُرتشدد احتجاج اٹلی کے دارالحکومت روم میں ہوا۔ مظاہرین نے وزارتِ دفاع کی عمارت جلانے اور بینکوں پر حملہ کرنے کے علاوہ متعدد گاڑیوں کو نذرِ آتش کردیا۔

سرمایہ دارانہ نظام کا سفاک چہرہ آج تمام لوگوں کے سامنے آیا ہے۔ حال آں کہ اس کی تو پوری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس نے ہر دور میں انسانیت کا امن و سکون چھینا ہے۔ انیسویں صدی کے وسط میں 1848ء میں سرمایہ داری نظام کے خلاف تحریک برپا ہوئی، جسے بڑی سفاکی سے کچلتے ہوئے تقریباً دس ہزار انسانوں کا قتل کیا گیا۔ پھر 1929ء میں امریکی مارکیٹ کے کریش ہونے سے سرمایہ داری نظام نے دنیا میں ایک بڑا معاشی بحران پیدا کردیا۔ اس بحران نے بھی انسانیت کے لیے بڑی معاشی تباہی اور اقتصادی بربادی پیدا کی۔ سرمایہ دار حکومتوں نے عارضی اقدامات کے ذریعے سے اگرچہ سرمایہ داری کو بچانے کی کوشش کی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تباہی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ اور آج پھر لاکھوں انسان، اس ظالمانہ نظام سے بغاوت کا اعلان کیے ہوئے ہیں۔ اور ''دنیا میں تبدیلی'' کا نعرہ لگا کر سرمایہ دارانہ نظام کی پیدا کردہ معاشی ناہمواریوں، عدمِ مساوات اور جنگ و جدل کے خلاف علم بلند کیے ہوئے ہیں۔ دنیا کے چند سو سرمایہ داروں اور ان کی گماشتہ حکومتوں کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کی باشعور اور حریت پسند علمائے حق کی قیادت نے تو گزشتہ صدی کے اوائل میں آج سے تقریباً 80 سال پہلے اس حقیقت کی نشان دہی کردی تھی کہ سرمایہ دارانہ نظام انسانیت دشمن سسٹم ہے۔ اس کا وجود انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اسے ختم کرنا وقت کی ضرورت اور تقاضا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: ''ہم اپنے ملک کے موجودہ نظامِ سرمایہ داری کو توڑ کر ایسے نظام کی بنیاد ڈالنا چاہتے ہیں، جو محنت کش طبقے، یعنی ملک کی اکثریت کی فلاح کی ضامن ہو اور (ملک) اس محنت کش طبقے کے زیرِ اقتدار رہے۔'' نیز فرمایا: ''ہم نے نیا اقتصادی و سیاسی نظام تجویز کرتے ہوئے اپنی پارٹی ممبروں کے لیے یہ شرط لگادی ہے کہ وہ اپنی ذاتی ضروریات اور مصارف اپنے ملک کی متوسط زراعت پیشہ آبادی سے زیادہ نہ بڑھائیں، تاکہ گورنمنٹ میں سرمایہ داری کو کسی طرح دوبارہ پیدا ہونے کی گنجائش باقی نہ رہے۔'' انھوں نے نہ صرف سرمایہ دارانہ نظام کو اس کی خرابیوں کے سبب ردّ کیا، بلکہ اس کے ردّ عمل میں پیدا ہونے والے سوشل اِزم کی خرابیوں کو بھی بھانپتے ہوئے انسانیت کے مسائل کا صحیح حل پیش کیا۔ اور سیاسی و معاشی نظام کے بنیادی حقائق سے آگہی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: ''ہم نظامِ سرمایہ داری کو ردّ کرتے ہیں، لیکن اس کی بجائے کوئی ایسا نظام قبول نہیں کرتے، جس میں مذہب کی بالکل گنجائش نہ ہو۔ اور وہ چھوٹی انفرادی ملکیت کی اجازت نہ دیتا ہو۔'' ان حریت پسند علمائے ربانیین نے تقریباً نصف صدی قبل جس حقیقت کی نشان دہی کی تھی، آج وہ کھل کر پوری انسانیت کے سامنے آچکی ہے۔ افسوس تو ان لوگوں پر ہے، جو ان علمائے حق کی باتوں کو شعوری طور پر سمجھنے کے بجائے ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے رہے ہیں، جب کہ آج پوری انسانیت سرمایہ داری کے خلاف چیخ رہی ہے۔ یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی ہے کہ انسانیت کی نجات کا واحد راستہ وہی ہے، جو ان حریت پسند علمائے ربانیین نے متعین کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج انسانیت دشمن سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بھرپور جدوجہد کرنے اور بلاتفریق رنگ، نسل اور مذہب تمام انسانیت کو اس کے ظلم و ستم اور استحصالی کردار سے نجات دلانے کے لیے انسانیت کی عالم گیر آواز کو زیادہ سے زیادہ آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ حالیہ احتجاجی تحریک سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ دنیائے انسانیت، سرمایہ دارانہ نظام اور سوشل اِزم کے پیدا کردہ اقتصادی سسٹم سے نالاں ہوچکی ہے۔ یہ دونوں نظام انسانیت کے معاشی مسائل کا حل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لیے اس دور کا تقاضا یہ ہے کہ دین اسلام کی سچی تعلیمات کی روشنی میں کل انسانیت کے سیاسی اور معاشی مسائل حل کرنے کا شعور پیدا کیا جائے۔ آج باشعور اور سمجھ دار مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں دنیا بھر کے عوام کی معاشی کفالت کے لیے ایک بہترین عالم گیر معاشی نظام قائم کرنے کے لیے علمی، فکری اور عملی کردار ادا کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں، تاکہ انسانیت معاشی اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے قابل ہوسکے۔

مدیرِ اعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

بدلتے ہوئے حالات میں دینی شعور کی اہمیت

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 28 اکتوبر 2011ء بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: محمد طفیل اقبال

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسوله الکریم، امّا بعد: قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ (90:16) صدق اللّٰہ العظیم

معزز دوستو! عدل وانصاف کے اساسی اصولوں کی روشنی میں، نظام قائم کرنے سے انسانی معاشرہ ترقی کرتا ہے۔ سوسائٹی عدل وانصاف کے بغیر آگے نہیں بڑھتی۔ اپنے سماجی معاہدات اور اقتصادی اور معاشی تعلقات میں انسانیت کی بنیادی ضرورت عدل وانصاف ہے۔ نسبتِ عدل ومساوات کے بغیر سوسائٹی ہموار طریقے سے ترقی کے منازل طے نہیں کرتی۔ اس لیے قرآن حکیم نے سب سے زیادہ زور اسی بات پر دیا ہے کہ انسانی معاشروں میں عدل وانصاف کے قیام کے لیے جدوجہد اور کوشش کی جائے۔ نہ صرف انسانیت، بلکہ اللہ پاک تبارک وتعالیٰ نے اعلیٰ درجے پر فائز فرشتوں اور مقربین خدا پر بھی یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ انسانی معاشرے میں عدل وانصاف کے لیے ہمیشہ دعاگو رہیں۔ اور ان تمام قوتوں کی حمایت اور سرپرستی کریں، جو انسانی معاشرے میں ایسی جدوجہد کے لیے کوشاں ہیں۔ یہ مقرب فرشتوں، انبیا علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور اولیاء اللہ کی تعلیمات، جدوجہد اور کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسانی معاشرے عدل وانصاف پر قائم ہوتے ہیں۔ ان تمام قوتوں کے مقابلے پر انسان کا ازلی دشمن شیطان، اور اس سے وابستہ دنیا میں انسان نما شیطان، ظلم، ناانصافی، انسانیت دشمنی، انسانی حقوق توڑنے کے لیے کام کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک ان دونوں جماعتوں کی آویزش اور باہمی کشمکش مسلسل جاری ہے۔ انسانیت عدل وانصاف کا فطری تقاضا رکھتی ہے۔ اور انسانوں کا دشمن انسانی معاشرے میں ظلم وستم، ناانصافی کو فروغ دینے کے لیے کردار ادا کرتا ہے۔ اب انسانی ناتے سے انسانیت پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے انسانی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اُس درست راستے کو اختیار کرے، جس پر چل کر اسے دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔ گویا عدل وانصاف کے قیام کی جدوجہد اور کوشش انسانی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے جو لوگ بھی جس درجے کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں، وہ یقیناً انسانی تاریخ میں امر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور جو انسانیت میں سے ہوتے ہوئے انسانیت دشمن قوتوں کی پیروی کرتے ہیں، ظلم وناانصافی اور بداَخلاقی کا ماحول پیدا کرتے ہیں، وہ انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہیں۔ ان کا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ انسانیت کی تباہی اور بربادی پیدا کرنے والی قوتیں، خواہ وہ انسانوں کی شکل میں ہوں یا جنات کی شکل میں قابل نفرین ہیں۔ عقل منداور باشعور انسان وہ ہیں، جو انسانی تقاضوں کی تکمیل کے لیے عدل وانصاف کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اسی لیے انسانی تاریخ میں وہ انسان، جماعتیں اور گروہ ترقی یافتہ شمار ہوتے ہیں، جنھوں نے اپنی اپنی اقوام کی آزادی، حریت اور ان کی سربلندی کے لیے کردار ادا کیا ہوتا ہے۔ اور وہ انسان ہمیشہ کے لیے انسانی معاشرے کے دشمن قرار پاتے ہیں، جو انسانیت کی غلامی اور دشمنی کا کردار ادا کرتے ہیں۔

آج کے اس دور میں اس حقیقت کو سمجھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس وقت انسانیت کے خلاف طاغوتی اور شیطانی قوتوں کی سازشیں اور سامراجی کردار، انسانوں کے حقوق کو سلب کرنے کے درپے ہیں۔ اور انسان دشمن قوتیں پھیلاؤ اختیار کر رہی ہیں۔ جب کہ ان کے مقابلے پر انبیا علیہم السلام کے متبعین، عدل وانصاف قائم کرنے والے انسانوں کی نیابت کرنے والے، آزادی اور حریت کے لیے کردار ادا کرنے والے، معاشروں کو ظلم اور ناانصافی سے نکالنے والے بہت کم ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے، مادیت کے اثرات بڑھتے جا رہے ہیں، انسانیت کے خلاف جرائم اور ان میں دوست اور دشمن کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے اتنی ہی زیادہ شیطنت انسانی سوسائٹی پر مسلط ہوتی جا رہی ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ انسانی عمل ضائع نہیں ہوتا۔ وہ نا صرف ریکارڈ کر لیا جاتا ہے، بلکہ اس کے اثرات اس دنیا کی فضا میں انسانیت کو متأثر کرتے ہیں۔ بُرے اعمال نسلوں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ اچھے اعمال کیے جائیں تو ان کے اچھے اثرات ونتائج بھی مرتب ہوتے ہیں۔ تمام انسانی اعمال کے اثرات ونتائج سوسائٹی پر تاریخی حوالے سے اپنی تاثیر رکھتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف اولوالعزم لوگوں کی جدوجہد اور کوشش کا راستہ ہے، ان کا ساتھ دینے والے کتنے لوگ ہیں؟ ان کے راستے پر چلنے والوں کی تعداد کیا ہے؟ انسانی ہمتیں اور طاقتیں کس قدر انسانی معاشرے کی کامیابی کے لیے کردار ادا کر رہی ہیں۔ اس کے مقابلے پر کس قدر ایسی قوتیں ہیں، جو انسان دشمن طاقتوں اور قوتوں کی آلہ کاری کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ اس زوال کے زمانے میں اس بات کا فہم اس لیے بھی ضروری قرار پاتا ہے کہ اسلام، جو سلامتی اور امن کا دین ہے، عدل وانصاف کی جدوجہد کا دوسرا عنوان ہے، آدم علیہ السلام سے لے کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیا کی جدوجہد کا خلاصہ ہے۔ آج اس اسلام کا نام استعمال کر کے شیطانی اور طاغوتی قوتوں کے لیے آلہ کاری کا کردار بڑھتا جا رہا ہے۔ عنوان ''اسلام'' کا اختیار کیا جاتا ہے، لیکن کام شیطان، دھوکے، ظلم اور ناانصافی کا کیا جاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیطانی قوتیں عالم اسلام میں اس بات سے مایوس ہو چکی ہیں کہ وہ اسلام کا نام استعمال کیے بغیر کوئی کردار ادا کر سکیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ: ''تمام عربوں کے مسلمان ہونے کی وجہ سے شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ دنیا میں شیطانی کام شیطانی عنوان سے کیا جائے۔ نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کی اولوالعزم انقلابی جدوجہد کے نتیجے میں تمام عربوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو گیا۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ: مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے، علی الاعلان کفر کا اقرار کرو گے، ایسا نہیں ہے! مجھے جو سب سے بڑا ڈر ہے، وہ یہ کہ تم مسلمان ہوتے ہوئے بھی، مال ودولت اور سرمایہ پرستی کے نظام میں شیطانی قوتوں کے آلۂ کار بن جاؤ گے۔ اور یوں اسلام کا عنوان استعمال کرتے ہوئے بھی، ظلم اور کفر کے آلۂ کار بن کر کردار ادا کرو گے۔ آج بعینہٖ یہی کیفیت مسلمان معاشروں میں پائی جاتی ہے۔

گیارہ بارہ سو سال تک دنیا میں اسلام غالب رہا۔ اسلام کو ماننے والی جماعتیں اپنے فکر وعمل اور اپنے کردار میں اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے غالب رہیں۔ پھر ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ جو دو اڑھائی سو سال کا دور اب چل رہا ہے، اس میں اسلام کا عملی نظام ختم ہو گیا، لیکن المیہ ہے کہ اس دور میں ''اسلام'' ہی کا نام استعمال کر کے انسانیت دشمن کرداروں کو تخلیق کیا گیا۔ ان سے کام لیا گیا، منافقت کی یہ شکل کہ اسلام کا لبادہ اوڑھا جائے، اور کام شیطانی اور طاغوتی قوتوں کے لیے کیا جائے، تقریباً دو سو سال سے ہماری سوسائٹی پر مسلط ہے۔ پچھلے دو سو سال کی اسلامی تاریخ کا

rahimia.org

جائزہ لیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے غلبے کے سیاسی نظام کو ختم کرنے، انسانیت پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھانے کے لیے ''اسلام'' کو عنوان بنایا گیا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ترکوں کی سیاسی طاقت کو ختم کرنے کے لیے عربوں کے ''اسلام پسند'' طبقوں کو میدان میں لایا گیا۔ جنگِ عظیم اول کے موقع پر عرب قبائل کی وہ بغاوت، جو ترکوں کے خلاف کی گئی، اس کا عنوان بڑا خوب صورت تھا۔ اسلام کا عنوان، عربی زبان کے تقدس کا عنوان، عرب کو عجم پر فوقیت دینے کا عنوان اور اس کے لیے جزیرۃ العرب اور اس کے گردونواح کے عرب قبائل کو استعمال کر کے ترکوں کی بین الاقوامی طاقت کو توڑا گیا۔ اور یہ سب عرب قبائل اور مسلمان گروہ، برطانوی سامراج اور یورپین بھیڑیوں کے لیے آلۂ کار کے طور پر استعمال ہوئے۔ پھر یہی نہیں، ان ممالک میں ''اسلام'' کے نام سے پارٹیاں بنائی گئیں، خوب صورت اسلامی عنوانات قائم کیے گئے۔ مصر، ترکی، تیونس، الجزائر ہوں، افریقا کے ممالک ہوں یا ایشیا کے ممالک، اسلام کے نام سے پارٹیاں قائم کی گئیں: اسلامی جماعت، جماعتِ اسلامی، اسلامی تحریک، اسلامی لیگ، کہیں مسلمانوں کے بھائی ''اخوان المسلمین'' وغیرہ وغیرہ، یہ اسلام کا لبادہ ہے، لیکن ذرا ان کی حکمتِ عملی، ان کے کردار کا جائزہ تو لو۔ ان تمام عنوانات کے پیچھے امریکی اور برطانوی ڈوریاں نہیں تو اور کون لوگ ہیں؟ ان جماعتوں کو پیدا کرنے والے بھی وہی اور ان سے کام لینے والے بھی وہی ہیں۔ مسلمان ممالک میں سامراج نے اپنے سامراجی کھیل کے لیے یہ کٹھ پتلیاں استعمال کیں۔ افریقا کے تمام علاقے، مصر، تیونس، الجزائر کو ترکوں سے کاٹنے کے لیے یہ اسلام پسند پارٹیاں بنائی گئیں۔ اس کی بین الاقوامی طاقت کو توڑنے کے لیے شام، عراق، اردن، جزیرۃ العرب اور ان تمام علاقوں میں ایسی ہی اسلام پسند پارٹیوں نے سامراج کا کردار ادا کیا۔ بظاہر کلمے اور اسلام کا عنوان ہے، قرآن کی تفہیم کی بات کی جارہی ہے، احادیث کے مطالعے کا عنوان اختیار کیا جارہا ہے، بظاہر یہ عنوانات بہت خوب صورت ہیں، لیکن سیاسی اور معاشی حوالے سے اس کام کے مقاصد واہداف سرمایہ داری نظام اور سامراجی تسلط کو فروغ دینا تھا۔

برعظیم پاک وہند کی تاریخ کو بھی دیکھ لیجیے! یہاں بھی بہت خوب صورت اسلامی ناموں سے پارٹیاں بنائی گئیں۔ بڑے بلند بانگ دعوے کیے گئے۔ کہیں قرآن کی ''تفہیم'' کے لیے تفسیریں لکھی گئیں۔ ''فہم قرآن'' کے عنوان سے دروس کا بندوبست کیا گیا، لیکن احادیث کا انکار کر دیا گیا۔ کہیں قرآن وحدیث کے عنوان اختیار کر کے مسلمانوں کو اپنی قومی اور ملی تاریخ اور فقہی قانون سے کاٹنے کے لیے حدیث کے غلبے کا غلغلہ بلند کیا گیا۔ کہیں رسمی طور پر قرآن، حدیث، فقہ اور تصوف کا عنوان استعمال کر کے ایسی رجعت پسند اور فرسودہ خیالات کی پارٹیاں پیدا کی گئیں، جو ہندوستان پر برطانوی سامراج کے تسلط اور غلبے کے حق میں فتوے بازی کی مہم چلانے لگیں۔ بظاہر اسلامی طریقت کا عنوان ہے، مذہب کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے، رسومات اور عرس کی چادریں ہیں، چڑھاوے اور نذرونیاز ہیں، جہالتوں کے نئے طور طریقے ہیں، لیکن مجموعی کردار، جس کا تعلق قوموں کی معاشی اور سیاسی زندگی سے ہوتا ہے، وہ سامراج کی آلہ کاری کا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر عدل وانصاف کے علم بردار، اس خطے کے حریت پسند علمائے ربانیین نے اس حقیقت کو سمجھا اور اسلام کے پردے میں سامراجی سازشوں کے مقابلے میں صحیح حکمتِ عملی تشکیل دی۔ قومی آزادی اور حریت کے لیے کردار ادا کیا۔ دنیا بھر میں قوموں کی تشکیل کے نئے دور میں قومی آزادی کی جدوجہد کی نئی تاریخ رقم کی۔ انھوں نے ہر اس فرسودہ تصور کو ردّ کر دیا، جو بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے، اور اصل میں یورپین بھیڑیوں کی سرمایہ دارانہ حکمتِ عملی کو غالب کرنے کے لیے ہے۔ انھوں نے قومی سوچ کو آگے بڑھانے کے لیے جدوجہدِ آزادی کا ایک راستہ اختیار کیا۔

آپ دیکھیے، اس خطے کے حریت پسند علمائے ربانیین، جو کہ بین الاقوامی سطح پر عدل و انصاف کے علم بردار تھے، نے اس حقیقت کو سمجھا اور اسلام کے پردے میں سامراجی سازشوں کے مقابلے میں صحیح حکمتِ عملی تشکیل دی۔ قومی آزادی اور حریت کے لیے کردار ادا کیا۔ دنیا بھر میں قوموں کی تشکیل کے نئے دور میں قومی آزادی کی جدوجہد کی نئی تاریخ رقم کی۔ انھوں نے ہر اس فرسودہ تصور کو ردّ کر دیا، جو بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے، اور اصل میں یورپین بھیڑیوں کی سرمایہ دارانہ حکمتِ عملی کو غالب کرنے کے لیے ہے۔ انھوں نے قومی سوچ کو آگے بڑھانے کے لیے جدوجہدِ آزادی کا ایک راستہ اختیار کیا۔ افریقا کے انقلابیوں کو دیکھیے، مصر کے ان عظیم الشان راہنماؤں، لیبیا، الجزائر اور تیونس کے انقلابیوں نے اس حقیقت کو سمجھا اور اس کی اساس پر قومی جدوجہدِ آزادی کا رُخ متعین کیا۔ برعظیم پاک وہند میں بھی وہ قومی حریت پسند، جنھوں نے اسلام کو سامراجی استعمال کے لیے بطور آلہ کار کردار ادا کرنے والوں کا مقابلہ کیا۔ قومی آزادی کی جدوجہد کو پیش نظر رکھا۔ ہندوستان کے علما کی وہ اجتماعیت، جنھوں نے اس رسم پرست قوتوں سے علاحدگی اختیار کر کے قومی آزادی کے حصول کے لیے جدوجہد اور کوشش کی، سامراجی حکمتِ عملیوں کا توڑ پیدا کیا۔ یہی جدوجہد انبیا علیہم السلام کی ہے اور ان کے تاریخی تسلسل کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ زوال کے زمانے میں انبیا علیہم السلام اپنی قوم میں قومی آزادی کی جدوجہد کے لیے کردار ادا کرتے ہیں۔ قومی آزادی کا شعور دیتے ہیں اور پھر ملتِ حنیفیت پر ان کی تشکیل کرتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی دینی حکمتِ عملی کا آغاز مصر سے ہوا۔ ان کے ہی دورِ اقتدار میں انسانیت کے لیے جو مسائل حل کیے گئے، سیاسی اور قومی حکمتِ عملی پر مشتمل تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے وقت کی سامراجی طاغوتی قوتوں کا مقابلہ قومی حکمتِ عملی کے ذریعے کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کی انقلابی جدوجہد کا عنوان انسانوں کی قومی آزادی کی جدوجہد اور کوشش تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد، سوسائٹی کو غلامی سے نجات دلانے کی بہترین حکمتِ عملی پر مشتمل تھی۔

بڑی عجیب بات ہے کہ اس زوال کے زمانے میں اپنی اپنی اقوام میں قومی انقلاب برپا کرنے کے لیے انبیا علیہم السلام کے نقش قدم پر چل کر قومی آزادی کے لیے قربانیاں دینے والے رہنما تو ان نام نہاد ''اسلام پسندوں'' کے نزدیک لائق گردن زنی ہیں۔ اور یہ اسلام کے ٹھیکے دار ''اسلام'' کا نام استعمال کر کے سوسائٹی پر تباہی اور بربادی اتارنے کے لیے عالمی سامراج کی آلہ کاری کا کردار ادا کرنے کے لیے میدانِ عمل میں ہیں۔ امریکی اور برطانوی ٹینکوں پر بیٹھ کر لیبیا کو تباہ کرنے کے بعد اسلامی نظام قائم کرنے کا اعلان کرنے والی سامراجی قوتیں نہیں تو اور کیا ہیں؟ تیونس میں اسلامی انقلاب کے دعوے دار اسلام پسند، سامراجی آلہ کار نہیں تو اور کون ہیں؟ جن کا لیڈر غنوشی بیس سال تک برطانیہ میں بیٹھ کر اسلام پھیلانے کے دعوے کرتا رہا اور آج امریکی برطانوی سرمایہ داری نظام کے لیے راہ ہموار کرنے تیونس پہنچ گیا۔

بقیہ صفحہ 07 پر

rahimia.org

قذافی کا لیبیا

حقائق کے تناظر میں

محمد عباس شاد

دنیا میں بہت کم فلاسفرز کو یہ موقع ملا ہے کہ وہ اپنے نظریے پر عملی تشکیل اپنے ہاتھوں سرانجام دیں، معمر قذافی وہ خوش قسمت لیڈر ہیں، جنھوں نے دنیا کو تیسرا عالمی نظریہ (Third universal theory) دیا اور نہ صرف اس پر انقلاب برپا کیا بلکہ اپنے ملک کی تعمیر بھی کی۔ قذافی سے پہلے لیبیا میں شاہی حکومت قائم تھی اور تیل پر مغربی کمپنیوں کا قبضہ تھا۔ قذافی کے پُرامن انقلاب نے ملک سے شاہی نظام ختم کر کے مغربی کمپنیوں کو ملک سے نکالا اور تیل پر لیبیائی عوام کے حق کو تسلیم کروایا۔ یوں لیبیا دنیا میں آزادی اور حریت کے حوالے سے ابھرتے ہوئے ستارے کی مانند چمکنے لگا۔ آج اسے براعظم افریقہ کے عوام کی بدقسمتی سے ہی تعبیر کیا جائے گا کہ قذافی کی فلاسفی پر ابھرتے ہوئے افریقہ کے پر کاٹ دیے گئے۔ NATO کی وحشیانہ بمباری سے لیبیا کا انفراسٹکچر تو تباہ ہو گیا، لیکن قذافی کی فلاسفی کو شکست نہیں دی جا سکی، بلکہ قذافی کی فلاسفی کے مقبول ہونے کے مزید امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ آج دنیا بھر کے کروڑوں لوگ قذافی کی ''کتاب الاخضر'' (GREEN BOOK) پڑھ رہے ہیں، قذافی کا مشن دراصل لیبیا کی تحریک آزادی کا تسلسل ہے۔ اٹالین استعمار کے خلاف لیبیا کی جنگ آزادی لڑنے والے قذافی کے دادا عبدالسلام اور عمر المختار شہیدؒ نے بڑی قربانی دی تھی۔ اس موقع پر عمر المختار شہید نے پھانسی کے گھاٹ پر پاؤں رکھتے ہوئے گردن گھما کر اٹالین جرنیل سے کہا تھا:

''میری پھانسی سے میری یہ تحریک رُکنے والی نہیں، میرے بعد میری اگلی نسل سے تمھیں لڑنا پڑے گا۔ اس کے بعد ان کی نسل تم سے لڑے گی۔ آخر کار ناکامی کا مقدر لے کر تمھیں لیبیا سے نکلنا پڑے گا۔''

معمر قذافی کا تیسرا عالمی نظریہ (Third universal theory) عالمی سرمایہ داری نظام سے انسانیت کی نجات کا نظریہ تھا۔ وہ مغرب کے سرمایہ دارانہ اور انسانیت دشمن نظام کو ہمیشہ تیز و تند تنقید کا نشانہ بناتے رہے۔ انھوں نے ایک دفعہ کہا تھا: ''مجھے یاد پڑتا ہے چالیس سال یا اس سے بھی زیادہ وقت بیت گیا ہے، جب میں نے اپنی تمام لیبیائی عوام کو رہنے کے لیے گھر، مفت تعلیم کے لیے سکول، کالج، یونیورسٹیز اور علاج معالجے کے لیے ہسپتال دیے تھے۔ چالیس سال پہلے میرے ملک کے عوام، غربت اور فاقہ مستی میں گھرے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو خوراک اور روزگار دیا۔ نیز میں نے اپنے افریقی بھائیوں اور بہنوں کی افریقی یونین کے ذریعے مالی مدد کی۔ میں نے اپنے عوام کو حقیقی جمہوریت کا تحفہ دیا اور انھیں نام نہاد جمہوریت سے حقیقی جمہوریت کو فرق کرنے کا شعور بخشا۔ وہ لوگ، جو دس کمروں پر مشتمل محل نما گھروں میں رہتے ہیں اور فاخرانہ حریر و ریشم کا لباس پہنتے اور عیاشانہ طرزِ معاشرت رکھتے ہیں، لیکن ان کی ہوسِ زر پھر بھی کم نہیں ہوتی بلکہ مزید کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، وہ امریکیوں اور دیگر مغربی ملکوں سے آنے والے سیاحوں سے کہتے ہیں کہ ہمیں ''جمہوریت'' اور ''آزادی'' چاہیے۔ انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ سرمایہ دارانہ نظام کی نام نہاد جمہوریت اور آزادی عوام دشمن اور گلا کاٹنے والا نظام ہے۔ جس میں خون خوار بھیڑیے اپنے علاوہ سب کو کھا جاتے ہیں، اس حقیقت کے باوجود یہ لوگ ''جمہوریت'' اور ''آزادی'' کے لفظوں کے طلسم کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ اس بات کو کیوں نہیں سوچتے کہ امریکہ میں ''جمہوری نظام'' ہونے کے باوجود تعلیم، علاج و معالجہ، رہائش اور خوراک فری اور مفت نہیں ہے، بلکہ لوگوں کو سوپ تک لینے کے لیے بھیک مانگنے والوں کی طرح لمبی قطاروں میں گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔''

قذافی کی یہ تنقید ہمارے حکمرانوں کی طرح محض لفظوں کا کھیل نہیں تھا کہ وہ آئے دن محلات میں بیٹھے انقلاب اور غریب پروری کی باتیں بھی کرتے ہیں اور ملک میں ظالمانہ معاشی اور سیاسی نظام بھی انھی کے دم سے قائم ہے۔ قذافی کے لیبیا سے متعلق عام طور پر میڈیا میں بہت کم معلومات فراہم کی جاتی ہیں، ورنہ اس نے اپنے ملک کو معاشی جنت بنا رکھا تھا اور اپنے عوام کے ساتھ اس کا تعلق خاندان کے سربراہ کا سا تھا۔ قذافی کے لیبیا میں ہر شہری کو بجلی مفت تھی۔ ہر خاندان کے electricity کے جملہ اخراجات حکومت خود ادا کرتی تھی۔ قذافی حکومت نے ہر شہری کو گھر بنا کر دینے کی ذمہ داری اٹھا رکھی تھی۔ چناں چہ ہر لیبیائی نئے شادی شدہ جوڑے کو شادی کے فوراً بعد 60,000 ریال یعنی 50,000 ہزار امریکی ڈالر ملتے تھے تا کہ وہ اپنا نیا گھر تعمیر کر سکیں۔ ہر بچے کی پیدائش پر خاتون کو 5000 امریکی ڈالر کے برابر رقم سٹیٹ کی طرف سے ادا کی جاتی تھی۔ ملک کے اندر تعلیم فری تھی، لیکن اگر کوئی اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرون ملک جاتا تو 2300 امریکی ڈالر اسے ماہانہ سواری اور رہائش کی مد میں قذافی حکومت ادا کرتی تھی۔ ملک میں علاج و معالجے کی سہولت مفت حاصل تھی اور بیرون ملک علاج کے اخراجات بھی حکومت برداشت کرتی تھی۔ کسانوں کے لیے زرعی فارم ہاؤس کی مفت تعمیر، جانوروں کی افزائش کے لیے جدید ترین سہولتوں کی مفت فراہمی، فصلوں کے بیج، کھاد اور کاشت کاری کے لیے پانی کی ترسیل مفت دستیاب تھی۔ دنیا کا سب سے بڑا آب پاشی کا منصوبہ لیبیا کے تمام صحراؤں تک پانی پہنچانے کے لیے سرانجام دیا گیا۔ تیل کی فروخت کا ایک حصہ ہر شہری کے بینک اکاؤنٹ میں حکومت کی طرف سے جمع کروا دیا جاتا تھا۔ ہر شہری کو لیبیائی بینکوں سے بلاسود قرضے کی سہولت دستیاب تھی۔ کوئی بھی شہری اپنے گھر اور خاندان کے لیے جب کار خریدتا تھا تو 50 فیصد ادائیگی حکومت کرتی تھی، باقی 50 فیصد قیمت کار حاصل کرنے والا شہری ادا کرتا تھا۔ اگر کوئی شہری گریجویشن کرنے کے بعد ملازمت کے قابل نہیں، تو اسے اوسط پیشے کی تنخواہ ہر ماہ ادا کر دی جاتی تھی۔ پاکستانی روپے کے حساب سے 14 روپے فی لیٹر پٹرول ملتا تھا اور ایک لیبیائی باشندہ 13 پاکستانی روپے کی 40 روٹیاں خرید سکتا تھا۔ لیبیا ایسا ملک ہے، جہاں 83 فی صد ایجوکیشن ہے۔ 25 فیصد یونیورسٹی ڈگری ہولڈرز ہیں۔ وہ اب تک کسی ملک کا ایک پیسے کا بھی مقروض نہیں تھا۔ لیبیائی حکومت کے 150 ارب ڈالر دنیا کے مختلف میں منجمد کر دیے گئے تھے۔ لیبیا کا اپنے پڑوسی ملکوں سے کوئی سرحدی تنازعہ نہیں تھا۔

کیا NATO اور امریکہ کی کٹھ پتلی حکومت لیبیائی عوام کو یہ سب کچھ دے سکے گی؟ عالمی سامراجی میڈیا نے مٹھی بھر شر پسندوں کو لیبیائی عوام کا نام دے کر دنیا کو دھوکے میں رکھا۔ NATO کی چھتری تلے قطر کی منظّم افواج کے ذریعے لیبیا پر قبضہ کیا گیا لیکن اسے انقلاب کا نام دیا جا رہا ہے۔ عرب لیگ اور سلامتی کونسل کی حمایت لے کر NATO کی نگرانی میں فرانسیسی بمبار طیاروں نے خطرناک اسلحے کا تجربہ کیا اور لیبیا کی ہر خوب صورت عمارت کو کھنڈر بنا دیا، تا کہ تعمیرِ نو کے نام پر عراق کی طرح جب مغربی کمپنیوں کو ٹھیکے ملیں تو مغرب کی ہچکولے کھاتی معیشت کو سہارا مل سکے۔ کیوں کہ مغرب نے ''پہلے تباہ کرو پھر تعمیر کرو'' کے کام کو کمرشل بنیادوں پر اپنا رکھا ہے۔ لیبیا پر آتش و آہن کی بارش کا مقصد قذافی کو قتل کر کے اپنی کٹھ پتلی حکومت تشکیل دینا تھا، جو امریکہ اور مغرب کے اشاروں پر ناچنے والی ہو۔ امریکہ اور NATO کا ہدف قذافی ہی کیوں؟ وہ اس لیے کہ اس نے پہلے عرب یونین کے لیے کوششیں کیں اور پھر افریقی یونین کے خواب کو حقیقت میں بدلا اور دنیا کے سب سے بڑے امریکی خرکار کیمپ کا حصہ بننے سے انکار کر دیا تھا۔

قذافی ایک سچا اور متقی مسلمان ہے، لیکن پراپیگنڈہ مشینری نے اس کے ملک، معاشرے اور حکومت کی طرح اس کی اسلام کے ساتھ وفاداری کو بھی مشکوک بنانے کی کوشش کی تھی اور سادہ لوح لوگوں میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں۔ قذافی اپنی تقریروں اور بیانات کے اندر عصرِ حاضر کی انقلابی اصطلاحات میں اسلام کی تشریح کرتے رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ''ہمارے دل اسلامی عقیدے کی روحانیت سے لبریز ہیں۔ کچھ عرب لیڈر اسلام کے انقلابی فکر کو زیرِ بحث لانا پسند نہیں کرتے، حتیٰ کہ اسلام کے ارکان کو بجا لانے اور سرِ عام عبادت کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ کیوں کہ وہ رجعت پسندی کے لیبل سے گھبراتے ہیں۔ ایک مسلمان سے اس رویے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ہم مسلمان انقلابی ہیں اور اسلام ہی سچا انقلابی دین ہے۔ اسلام ان لوگوں کا مذہب نہیں، جو محض مسجدوں میں، یہاں تک کہ کعبے میں فارغ بیٹھے رہتے ہیں اور رسمی عبادت کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ اسلام محنت کشوں اور مشقت کرنے والوں کا دین ہے۔ یہ

rahimia.org

سماجی انصاف، اتحاد اور آزادی کے لیے جدوجہد پر اُبھارتا ہے۔ اسلام نے مظلوموں اور کمزور طبقات کے حقوق کی اس وقت بات کی، جب اس موضوع پر مارکس، لینن، ماؤ اور کاسترو نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ اس نے غربت اور جہالت کو ختم کرنے کی بات کی۔ اسی جذبے کے زیر اثر اس نے زکوٰۃ کا نظام متعارف کروایا۔ زکوٰۃ ایک رضاکارانہ ٹیکس ہے، جو معاشرے کی اجتماعی فلاح کے لیے اکٹھا کیا جاتا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جسے انیسویں اور بیسویں صدی کے نام نہاد ترقی پسند سوچ نے ''سوشل سکیورٹی'' کہا ہے۔ اسلام واحد قابل عمل نظام ہے، جو انسانیت کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل پیش کرتا ہے اور انسانیت کے مستقبل کو مسرت انگیز بناتا ہے۔ اسلام ایک زندہ فلسفہ اور نظام فکر ہے اگر اس کو عصری اسلوب میں پوری انسانیت تک پہنچا دیا جائے تو پوری انسانیت اس پر متفق ہو سکتی ہے۔ وہ دنیا میں انصاف اور نظام عدل کے لیے کی جانے والی ہر جدوجہد سے مطابقت رکھتا ہے۔ وہ غیر مسلم دنیا کے ساتھ بھی امتیازی سلوک، مالی بدعنوانی، تعصب اور تنگ نظری کی سختی کے ساتھ مذمت کرتا ہے۔ اس نے اس وقت طبقات کا انکار کیا، جب کمیونزم نے اس کی نشان دہی نہیں کی تھی۔ اسلام ترقی پسند انقلابی نظریہ ہے، جب کہ سوشلزم/کمیونزم مغرب کی الحادی فکر محض ردعمل ہیں۔ اسلام مارکس اور لینن سے بہت پہلے سماجی مساوات اور انصاف کو زیرِ بحث لے آیا تھا۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دنیا، اسلام کے بغیر خسارے میں ہے۔ وہ دنیا میں ہونے والی مسلسل تبدیلیوں کو قبول کرتا ہے۔ آج دنیا کی رہنمائی کا حق صرف اسلام کو ہے۔'' وہ اسلام اور قومیت میں تضاد کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اسلام ایک آفاقی دین ہے، لیکن وہ قومیت کا انکار نہیں کرتا، بلکہ وہ قومیتوں کی شناخت کو تسلیم کرتا ہے۔ دنیا قومی حکومتوں پر مشتمل ہے، ان کو توڑنے اور تباہ کرنے کا مطلب ایک وسیع معاشرتی خاندان کو برباد کرنا ہے۔''

عالمی میڈیا ایک سامراجی ہجوم ہے جو طے شدہ نتائج کے لیے افواہوں کو حقیقت بناتا اور ذیلی میڈیا نیٹ ورک پر انھیں پھیلاتا ہے۔ اور پھر اس سے اپنے من پسند نتائج حاصل کرتا ہے۔ اس جنگ میں میڈیا کے عالمی نیٹ ورک سے لے کر لوکل اخبار تک سبھی کی ایک ہی زبان تھی۔ کیا قذافی مر گیا ہے؟ ہاں! وہ سامراجی میڈیا کی خوش نما سکرینوں میں تو منظر سے غائب ہو گیا، لیکن وہ نہ صرف لیبیائی عوام، بلکہ دنیا کے کروڑوں دلوں میں زندہ ہے۔ اس کا نظریہ اور کام زندہ ہے۔ امریکہ اور NATO اپنی عیارانہ جیت پر شرمندہ ہیں۔ وہ جیت کر بھی ہار گئے اور قذافی اپنے ملک کے لیے لڑتے ہوئے شہید ہو کر بھی جیت گیا۔ اس نے اپنے وطن کی مٹی میں دفن ہو کر اپنی اس بات کو سچ کر دکھایا کہ: ''مجھے اپنے وطن سے کوئی نہیں نکال سکتا ایک دن NATO کو میرے ملک سے جانا ہوگا۔'' قذافی نے NATO اور امریکی شب خون مارنے کے بعد اپنی قوم کو جو پیغامات دیئے ان کو ایک نظر دیکھنا ضروری ہے۔

قذافی نے کہا: ''(1) میں نے تیسرے عالمی نظریے پر روشنی ڈالی ہے۔ (2) میرے پاس کوئی اختیارات نہیں بلکہ تمام اختیارات کی مرکز لیبیائی عوام ہے۔ (3) میں بطور حکمران اپنی ذمہ داری پوری کر چکا ہوں اور اب خود لیبیائی عوام کا حصہ ہوں۔ (4) لیبیا کی ثابت قدمی کی وجہ میں نہیں بلکہ لیبیائی عوام خود ہے۔ یہ لوگ NATO اور اس کے ہم عصروں سے تب تک لڑیں گے، جب تک یہ لیبیا چھوڑ نہ جائیں۔ یہ اپنی آزادی کے لیے جان بھی دیں گے جیسے کہ میرے خاندان والے دے چکے ہیں۔ میں ان کے اور سینکڑوں لوگوں کے دلوں میں رہتا ہوں۔ (5) میں بارہا اپنے نظریات براہ راست بیان کر چکا ہوں اور میرے بعد تمام رہنمائی میری کتاب ''کتاب الاخضر'' (Green Book) میں موجود ہے۔ (6) ''کتاب الاخضر'' (Green Book) حقائق کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو طاقت کے مسائل جمہوریت سے اور دولت کے مسائل معاشی انصاف کے ذریعے حل کرتی ہے۔ (7) میں لیبیا کے لیے مرتے دم تک لڑتا رہوں گا اور اسے چھوڑ کر کہیں نہیں بھاگوں گا۔ (8) NATO کو لیبیا چھوڑنا پڑے گا وہ ہمارا سکھ چھین کر عیش نہیں کر سکتے۔ (9) اب کسی آرڈر کا انتظار کیے بغیر بیرونی حملہ آوروں سے لڑتے رہو یہ لیبیا کو آزاد کروانے کا وقت ہے۔ (10) میڈیا پر ہرگز اعتبار نہ کرنا وہ تمہارے حوصلے پست کرنے کے لیے آئے دن نئے نئے رنگ بدلے گا اور افواہیں پھیلاتا رہے گا۔

بقیہ خطبہ جمعہ

آج مصر کے نام نہاد اسلام پسند اور مسلمانوں کے اتحادی ہونے کے دعوے دار کون ہیں؟ ''مسلمانوں کے ان بھائیوں'' کی پچھلے سو سال کی ہسٹری اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ ہمیشہ ان لوگوں نے سرمایہ داری نظام کے فروغ کے لیے کردار ادا کیا ہے۔

آج امریکہ کا بے روزگار نوجوان تو سرمایہ داری نظام کے خلاف بغاوت کا اعلان کر رہا ہے، جب کہ ان مسلمان ملکوں کا اسلام پسند طبقہ اس سرمایہ داری نظام کو ''اسلام'' کے خوب صورت عنوان سے سوسائٹی پر مسلط کرنے کے لیے کردار ادا کر رہا ہے، اس سے بڑی لعنت اور کیا ہوگی۔ بڑے کالم لکھے جا رہے ہیں، بڑی تحریریں لکھی جا رہی ہیں، ''اسلام غالب آ رہا ہے''، ''آمریت ختم ہو رہی ہے''۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسلام غالب ہو رہا ہے یا اسلام کے لبادے میں سرمایہ داری مسلط ہو رہی ہے؟ امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے کندھوں پر سوار ہو کر اسلام آتا ہے یا شیطان آتا ہے؟ یہ کیسا اسلام ہے، جو نیٹو کی سامراجی اور طاغوتی قوتوں کے ذریعے سے سوسائٹی پر مسلط ہو رہا ہے! ایک دن میں 25,000 انسان ختم کر کے اور قذافی کو شہید کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے اسلام نافذ کر دیا! یہ کون سا اسلام ہے؟ یہ اسلام ہے یا شیطانی نظام؟ یہ اسلام کے سیاسی اور معاشی نظام کا غلبہ ہے یا عالمی سامراجی نظام کی آلہ کار طاقتیں اور قوتیں ہیں؟ حسنی مبارک کے بعد مصر میں کیا بدلا؟ وہی سرمایہ داری نظام اسی طرح بعینہٖ موجود ہے۔ تیونس میں نام نہاد ''اسلامی نظام'' نافذ ہونے کے بعد سیاسی اور معاشی نظام کے حوالے سے کیا بدلا؟ اگر پچھلے سو سال میں سعودی عرب سمیت دیگر عرب ریاستوں میں سرمایہ داری نظام نہیں بدلا تو دوسرے نام نہاد اسلام پسند ملکوں میں کیسے بدلے گا؟ جیسی یہ کٹھ پتلی حکومت ہے، ویسے وہ سامراج کی کٹھ پتلی حکومت ہوگی۔ آج بادشاہتوں کا دور ختم ہو رہا ہے۔ نام نہاد جمہوریت کو فروغ دینے کی باتیں ہو رہی ہیں اور جمہوریت کے عنوان سے اسلام پسند پارٹیوں کو آگے بڑھایا جا رہا ہے اور انھیں اقتدار میں حصہ دلوا کر سامراجی کٹھ پتلیوں کی حیثیت سے تیار کیا جا رہا ہے۔ یہی اسلام کے نام سے انقلاب کے نعرے لگانے والے اس پاکستان میں خانہ جنگی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آج یہاں کے ''اسلام پسند''، جو ''انقلاب''، ''انقلاب'' کی بڑھکیں لگا رہے ہیں اور ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیلنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ دراصل یہ لوگ سرمایہ داری نظام کے آلہ کار ہیں۔ ایسی جماعتیں اور افراد سوسائٹی میں انقلاب پیدا کریں گے یا مستقبل کی سامراجی حکمتِ عملیوں کے لیے راستہ ہموار کرنے کے لیے کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ رجعت پسند مذہبی پارٹیاں اور ان کے سیاسی سرپرست، ان کے معاشی اور اقتصادی ماہرین، دراصل اس سوسائٹی کو یرغمال بنانے، مستقبل کی سامراجی حکمتِ عملیوں کو فروغ دینے کے لیے کام کر رہے ہیں۔

آج کے مسلمان کو یہ شعور حاصل کرنا ہے کہ اسلام کے نام سے کہیں ہمیں دھوکا تو نہیں دیا جا رہا؟ ہماری آزادی تو سلب نہیں کی جا رہی؟ سرمایہ دارانہ تسلط کو نئے عنوان سے تو قائم نہیں کیا جا رہا؟ یہ شعور ہی دراصل دنیوی اور اُخروی کامیابی کی اساس ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ان معاشروں کا درست تجزیہ کرنے، انبیا علیہم السلام کے سچے جانشینوں کو سمجھنے اور ان کا نام لے کر امریکی سامراجی سازشوں کا آلہ کار بننے والوں کے بارے میں فہم اور شعور نصیب فرمائے اور انھیں سمجھ کر ان کی سازشوں کا مقابلہ کرنے، مکر و فریب کا توڑ پیدا کرنے کی ہمت اور جرأت نصیب فرمائے۔ اور انبیا علیہم السلام کے راستے پر چل کر دین اسلام کے غلبے کی شعوری جدوجہد کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

رفتارِکار.....

حضرتِ اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ سرگودھا

سعد احمد خان

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کافی عرصے کے بعد سرگودھا کے دورے پر تشریف لائے۔ حضرت اقدس رائے پوری سلسلۂ رحیمیہ کے ایک متوسل راؤ محمد اختر ایڈووکیٹ کی صاحبزادیوں کے نکاح میں شرکت کے لیے 22/اکتوبر 2011ء، بروز ہفتہ کو سرگودھا کے قریب قدیم قصبہ "بُھَّن" تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ مفتی عبدالخالق آزاد اور مفتی عبدالمتین نعمانی بھی تھے۔ تقریباً 01 بجے دوپہر حضرتِ اقدس کی اس قصبے میں آمد ہوئی۔ ان کے خاندان کے تمام عزیز و اقارب اور خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین نے آپ کا استقبال کیا۔ اس روز بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر راؤ محمد اختر کے مکان پر منعقد ہوئی، جس میں تمام متعلقین اور احباب نے شرکت کی۔ اگلے روز دوپہر کو حضرتِ اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے راؤ محمد اختر کی صاحبزادیوں کی شادی خانہ آبادی کی تقریب میں شرکت کی اور نکاح پڑھایا۔ اور آنے والے تمام عزیز و اقارب سے ملاقات کی۔ اس موقع پر شہر سرگودھا سے حضرت کے برادرِ اصغر راؤ حبیب احمد اور ڈاکٹر راؤ عبدالرحمٰن اور دیگر احباب نے شرکت کی۔ اس روز بھی بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر میں کافی احباب شریک ہوئے۔ اگلے روز صبح کو خاندان کے تمام نوجوانوں نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ ہوئے۔ ناشتے کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر چک نمبر 38 جنوبی سرگودھا میں دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی۔ اس کے بعد سرگودھا شہر میں تشریف آوری ہوئی۔

سرگودھا میں حضرت اقدس کا قیام جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ کے مکان پر ہوا۔ اسی روز بعد نمازِ ظہر حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے اقبال کالونی، سرگودھا میں ہمشیرہ بھائی محمد سرور صاحب کے مکان پر خواتین کے لیے درسِ قرآن ارشاد فرمایا، جس میں شہر بھر سے کافی خواتین نے شرکت کی۔ اس روز مجلس ذکر ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ صاحب کے مکان پر منعقد ہوئی۔ مجلس ذکر کے بعد دینی موضوعات پر حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد نے نوجوانوں سے خطاب کیا اور ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ اگلے روز مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے محترم جناب راؤ حبیب احمد کے مکان واقع 22 بلاک، سرگودھا میں خواتین کے ایک اجتماع کے سامنے درسِ قرآن حکیم ارشاد فرمایا اور ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ اس روز بھی مجلس ذکر میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین نے بھرپور شرکت کی اور اس کے بعد ذکر کے فضائل اور اہمیت پر احباب سے گفتگو رہی۔

اگلے روز شہر بھر سے احباب حضرتِ اقدس مدظلہٗ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے رہے۔ اس روز دوپہر کا کھانا ڈاکٹر سمیع اللہ کے گھر پر ہوا اور شام کی چائے مہر مسعود احمد کے مکان پر ہوئی۔ شام 04 بجے FM ریڈیو پر جناب مفتی عبدالخالق آزاد نے خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے سلسلۂ عالیہ کا تعارف پیش کیا اور دین کی خداپرستی اور انسان دوستی پر مبنی تعلیمات کا تعارف کرایا اور سوالات کے جوابات دیے۔ رات 08 بجے شہر کے ایک بڑے ہال میں بڑے سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں پانچ چھ سو کے قریب احباب نے بھرپور شرکت کی۔ اس سیمینار سے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد نے خطاب کیا اور حضرت اقدس مدظلہٗ کی دعا سے سیمینار کا اختتام ہوا۔ اگلے روز 27/اکتوبر کو صبح ناشتے کے بعد لاہور کے لیے روانگی ہوئی اور دوپہر 01 بجے لاہور واپسی ہوئی۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): ایک شخص فوت ہوا، جس کی اولاد میں کچھ افراد بالغ ہیں اور کچھ دوسرے نابالغ، جو اپنے بڑے بھائیوں کی سرپرستی میں ہیں۔ اور ہر ایک بھائی کو اپنے والد کے ترکے سے اتنا مال ملا ہے، جس سے وہ صاحبِ نصاب ہو گئے ہیں۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ مالکِ نصاب نابالغ لڑکوں پر قربانی اور زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ انعام اللہ، پشاور یونیورسٹی

جواب: نابالغ پر زکوٰۃ اور قربانی واجب نہیں، اگرچہ وہ نصاب کے مالک ہو۔

سوال (2): ایک شخص بیماری یا سفر کی وجہ سے رمضان المبارک کے کچھ روزے نہیں رکھ سکا اور ان کی قضا کرنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

کامران شاہ، کراچی

جواب: ایسے شخص کو چاہیے کہ مرض الوفات میں روزوں کا فدیہ ادا کر دے یا ورثا کو ادائیگی فدیہ کی وصیت کرے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکا تو ورثا کو اس کی طرف سے قضا شدہ روزوں کا فدیہ ادا کر دینا چاہیے۔

سوال (3): کیا زکوٰۃ کو اقساط میں ادا کیا جا سکتا ہے؟ انعام اللہ، پشاور

جواب: جس مقررہ تاریخ میں سال کے بعد مالکِ نصاب پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، اس تاریخ کو اپنے تمام قابل زکوٰۃ اموال (سونا، چاندی، کرنسی، مالِ تجارت وغیرہ) کو جمع کر کے زکوٰۃ کا حساب مکمل کر لینا ضروری ہے۔ البتہ پھر اس کی ادائیگی میں اس کو اختیار ہے، اگر چاہے تو پوری زکوٰۃ ایک ہی دفعہ ادا کر دے اور اگر چاہے تو بالاقساط ادائیگی کرے۔

سوال (4) ایک نوجوان لڑکے کا صرف شرعی نکاح ہوا تھا، رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی، ایک ٹریفک حادثے میں انتقال کر گیا۔ کیا اُس کی منکوحہ پر عدتِ وفات لازم ہو گی یا نہیں؟

امان اللہ بٹ، گوجرانوالہ

جواب: متوفی شوہر کی منکوحہ پر عدتِ وفات لازم ہے۔ خواہ شوہر کا انتقال رخصتی سے قبل ہی کیوں نہ ہو جائے۔ عدتِ وفات چار ماہ دس دن ہے۔

سوال (5): زید کے والد نعیم کو اپنے والد سلیم سے وراثت میں قطعہ اراضی حاصل ہوا۔ نعیم اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہے، اس زمین کو بیچ ڈالتا ہے اور اپنے بیٹے زید کے لیے اس میں سے کچھ نہیں چھوڑتا۔ جب کہ نعیم نے اس جائیداد کو اپنی محنت سے حاصل نہیں کیا، اور نہ اس پر اپنے پاس سے کوئی رقم خرچ کی۔ وضاحت طلب امر یہ ہے کہ کیا نعیم کا یہ عمل شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو شریعت میں ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

رشید احمد، ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب: اپنے آباؤ اجداد کی وراثت کے طور پر حاصل شدہ قطعۂ اراضی کا نعیم مالک ہے۔ اگر اس کو فروخت یا کوئی اور تصرف کرتا ہے تو شرعی طور پر وہ اس کا مجاز ہے۔ موروثی جائیداد اور اپنی محنت کے ذریعے حاصل کردہ جائیداد کا ایک ہی حکم ہے۔ البتہ بغیر ضرورت یا ورثا کو محروم کرنے کی غرض سے ایسے اقدامات کرنا شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے، لیکن اس کے فیصلے کا نفاذ ہو جائے گا۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔